

تفسير احمد

سُورَةُ الزُّلْمَةِ

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الزلزله» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانى »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الزلزال

جزء (30)

یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی ، اس کی آٹھ آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کو قیامت کے آنے سے پہلے شدید زلزلے کے ذکر کے ساتھ شروع ہونے کی وجہ سے زلزلہ یا زلزال کہا جاتا ہے ، یہ سورہ النساء کے بعد نازل ہوئی ہے ۔

سورة الزلزال کا ربط و مناسبت سورة البينة کے ساتھ

سورہ بینہ میں مؤمنوں کے لیے جن انعامات اور کافروں کے لیے عذاب پر بحث کی گئی ہے ، اس سورت میں یہ بتا دیا گیا کہ: اب وہ وعدہ اور اس کے اثرات اچکے ہیں ، سفید چہرے اور سیاہ چہرے اس دن کسی کا چہرہ ڈھکا چھپا نہیں ہوگا (سورہ آل عمران: ۱۰۶ اور ۱۰۷)۔

یہ سورہ بنیادی طور پر تین محوروں کے گرد گھومتی ہے: پہلے مرحلے میں "اشراط الساعة" قیامت کی نشانیوں سے بحث شروع ہوئی ہے ، جو انسانوں کے تمام اعمال کے بارے میں بتاتی ہے ۔

دوسرے حصے میں ، لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرنا ، "اچھے" اور "برے" اور یہ کہ ہر شخص اپنے اعمال کا پھل حاصل کرے گا ۔

اس سورت کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد

اس سورت کا ایک (۱) رکوع ، آٹھ (۸) آیتیں ، سینتیس (۳۷) الفاظ ، ایک سو اٹھاون (۱۵۸) حروف اور تیریاسی (۸۳) نقطے ہیں۔

(یاد رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة الزلزال کے نزول کا وقت

سورة "زلزلہ" مکی ہے یا مدنی اس میں علماء کا اختلاف ہے ، ابن سعود ، عطاء ، جابر اور مجاہد کہتے ہیں: یہ سورت مکی ہے ، اور ابن عباسؓ کا ایک قول بھی اس کی تصدیق کرتا ہے ، قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں: یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے ، ابن عباسؓ کا ایک اور قول اس کے مدنی ہونے کی تصدیق میں نقل ہوا ہے ، اس کے مدنی ہونے پر ابو سعید خدریؓ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو کہ ابن ابی حاتم نے ان سے نقل کی ہے کہ

جب "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ" آیتیں نازل ہوئیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے سارے اعمال دیکھ سکوں گا؟ فرمایا: ہاں! پھر میں نے عرض کیا اور چھوٹے چھوٹے گناہ بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ پس میں تو ہلاک ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو سعید! مایوس نہ ہو، ہر نیکی اپنی طرح دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے، اس سورت کے مدنی ہونے کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ ابو سعید خدریؓ اہل مدینہ میں سے تھے، اور وہ غزوہ احد کے بعد بلوغت کی عمر کو پہنچے تھے۔

لہذا اگر یہ سورہ اس وقت نازل ہوئی جب وہ بطور مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جیسا کہ ان کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے تو یہ سورت مدنی ہونی چاہیے۔

سورت کا سبب نزول

سورہ "زلزال" کے نزول کی وجہ یہ تھی کہ کفار نے قیامت اور حساب کے بارے میں بہت کچھ پوچھا اور کہا: "آيَانَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ"، (قیامت کا دن کب ہے؟) (سورہ القیامہ: 6) اور اسی طرح کے دیگر سوالات تھے اس بارے میں، چنانچہ اس سورہ میں خدا تعالیٰ نے ان سے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں بات کی، نہ کہ اس کے وقت کے بارے میں، تاکہ وہ جان لیں کہ قیامت کا علم صرف اسی کے پاس ہے، اس کا وقت معین کرنے کا ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

سورہ زلزال کی فضیلت

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں احادیث موجود ہیں جن میں سے درج ذیل حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی سے فرمایا: اے فلاں! کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پاس شادی کے لیے کچھ نہیں ہے، آپ نے پوچھا: کیا "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" تیرے پاس نہیں ہے؟ کہا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ سورہ قرآن کا "ثلث" ایک تہائی حصہ ہے، فرمایا: "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ" تیرے پاس نہیں ہے؟ کہا: کیوں نہیں، فرمایا: یہ سورہ بھی قرآن کا رُبع ہے، فرمایا: "إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا" تیرے پاس نہیں ہے؟ کہا: کیوں نہیں، فرمایا: یہ سورہ بھی قرآن کا چوتھائی حصہ ہے، پھر فرمایا تم شادی کرلو۔

اسی طرح دوسری حدیث میں : حضرت انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ "زلزال" قرآن کا آدھا حصہ ہے، اور "اخلاص" قرآن کا ایک تہائی حصہ ہے، اور "کافرون" قرآن کا چوتھائی حصہ ہے، (رواہ النسائی وابن ماجہ)۔

سورہ زلزال کا پیغام

1 - قیامت کے موقع پر زمین میں ایک بڑے زلزلے کا آنا قطعی اور لازمی بات ہے، "إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا" (کیونکہ لفظ "إذا" اس معاملے میں استعمال ہوتا ہے جو یقینی ہو)۔

2 - قیامت جسمانی ہے، صرف روحانی نہیں ہے (انسانی جسم جو زمین میں دفن ہیں، وہ قیامت کو نکلیں گے) "أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا"۔

3 - قیامت انسان کے لیے حیرت کا دن ہے، "قَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا"۔

4 - زمین بھی شعور رکھتی ہے: "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا"۔

5 - زمین قیامت کے گواہوں میں سے ہے: "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ"۔

6 - قیامت میں ہر قسم کے انکار کا راستہ بند ہے، "لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ"۔

7 - خدا کے انصاف کی عدالت میں تمام لوگ برابر ہیں، "فَمَنْ يَعْمَلْ... وَمَنْ يَعْمَلْ"۔

8 - عذاب اور انعامات اللہ کی طرف سے عمل پر منحصر ہیں۔

9 - عمل چاہے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، اس کا بھی حساب و کتاب ہے؛ لہذا نہ گناہوں کو چھوٹا سمجھیں اور نہ عبادت کو "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ"۔

10 - اس دن عمل مجسم کو دیکھنا خود عذاب یا لذت ہے۔

سورۃ الزلزال کے مشتملات

عام طور پر اس سورت میں جن موضوعات کو زیر بحث یا گیا ہے وہ ہیں: قیامت کے وقت زمین پر ہولناک زلزلے کا واقع ہونا، جس میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے وقت اور شدید زلزلہ آنے کے ساتھ زمین اپنا بوجھ باہر پھینک دے گی، وہ بوجھ جو بہت سے مفسرین کے مطابق تو لوگوں کی وہ بڑی تعداد ہے، جو قبروں سے اٹھے گی، اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس دن انسان واقعات کی وجہ دریافت کرے گا، اس حقیقت کی صراحت یہ ہے کہ زمین اپنا سب کچھ بتا دے گی، اس عظیم دن کی خبریں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اس دن کے واقعات خدا کی طرف سے ہیں، انسان مختلف گروہوں کی شکل میں قبروں سے زندہ ہو کر اٹھیں گے، اس دن

کے انسانی اعمال کا صحیح حساب ہوگا اور یہ کہ ہر کوئی اپنے عمل کو یہاں تک ایک ذرہ کے مطابق ہو ان کے نتائج دیکھ لے گا۔

سورہ مبارکہ کے اہم ترین محوروں میں سے ایک "زلزلہ" ہے ، یہ قیامت کے دن کے وحشت ناک زلزلے کی طرف اشارہ ہے ، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پہلی صور ہے ، اس دن ان واقعات سے لوگ حیران رہ جائیں گے ، سورۃ الزلزال کے اس حصہ کا پیغام یہ ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے مؤمنین کو چاہیے کہ وہ خود کو قیامت کے محشر پر حاضر ہونے کے لیے تیار کر لیں ، سورہ زلزال کے دوسرے حصے میں قیامت کے دن انسان کے اپنے اعمال کے بارے میں بتایا گیا ہے ، درحقیقت قیامت کا حساب بہت درست ہوگا ، پس انسانوں کو اپنے اعمال کے بارے میں محتاط رہنا چاہیے۔

یہ سورت زمین کو اعمال کے گواہوں میں سے ایک کے طور پر متعارف کراتی ہے اور سورہ زلزلہ اپنے مخاطبین پر بہت اچھا اثر چھوڑتی ہے ، کیونکہ اگر کوئی اس حقیقت کی طرف توجہ کرے کہ جس زمین پر وہ کھڑا ہے اور اس کے ارد گرد موجود درخت ، پہاڑ اور دیگر چیزیں اس کی تمام حرکات و سکنات کو جاگتی آنکھوں کی طرح محفوظ کر رہی ہیں ۔

اور ایک دن وہ اس کے خلاف گواہی دیں گی تو ، وہ اپنے آپ کو کبھی تنہا نہیں سمجھے گا اور کبھی گناہ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الزلزال

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاُخْرِجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ
اَخْبَارَهَا ۝۴ يَاۤ اِنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵ يَوْمَئِذٍ يَّضْدُرُّ النَّاسُ اَسْتِنَاتًا ۝۶ لِّيُرَوْا۟ اَعْمَالَهُمْ ۝۷ فَمَنْ يَّعْمَلْ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۝۸ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ ۝۹

سورت کا ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱	جب نفخہ اولی میں زمین پوری شدت سے اور مسلسل ہلا دی جائے گی
وَاُخْرِجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲	اور زمین اپنے اندر کا بوجھ نکال باہر ڈال دے گی
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳	اور انسان کہے گا اس کو کیا ہو گیا ہے ؟
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴	اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی
يَاۤ اِنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵	اس لیے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہے
يَوْمَئِذٍ يَّضْدُرُّ النَّاسُ اَسْتِنَاتًا ۝۶ لِّيُرَوْا۟ اَعْمَالَهُمْ ۝۷	اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھادیے جائیں
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۝۸	تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ ۝۹	اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا

سورة زلزلہ کی تفسیر

اس سورہ کی مبارک آیات میں ؛ قیامت کی آمد کی نشانیاں ، نیکی اور بدی کا
بدلہ جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے ۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱	جب نفخہ اولی میں زمین پوری شدت سے اور مسلسل ہلا دی جائے گی
--	---

جب زمین سختی سے جھٹکے کھائی گی اور پوری طرح ہلائی جائے
گی اور اس کے پہاڑیاں تتر بتر ہوجائیں گے، اور اسکے ٹیلے ہموار

ہوجائیں گے، اور زمین بغیر فراز و نشیب کے صاف چٹیل میدان بن جائے گی۔

اور زمین اپنا بوجھ اتار دے گی اور انسان خود سے کہے گا کہ : زمین کو کیا ہو گیا ہے ؟ (یوں زمین کانپے گی) اس دن زمین اپنی خبریں سنائے گی ، کیونکہ تمہارے رب نے اس کو وحی بھیجی ہے ، اس دن لوگ بکھرے انداز میں قبروں سے نکلیں گے ، تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں ، پس جس نے ذرہ بھر نیکیاں کی ہو اسے دیکھ لے گا ، اور جس نے ذرہ بھر برائیاں کی ہو وہ اسے دیکھ لے گا۔

"اذا... " قیامت کے شدید زلزلہ کی طرف اشارہ ہے ، (مراجعہ کیا جائے : (سورہ حج : ۱)

لفظ " زلزلت " یعنی : وہ شدت سے لرز گیا اور پریشان ہوا، زمین اپنے اس بڑے زلزلے سے بہت زیادہ غیر متوازن ہوجائے گی ، جو اس کا آخری جھٹکا ہوگا ، یہ قیامت کے زلزلے کی نوعیت ہے ، دنیا کے زلزلے اس کی چھوٹی اور محدود مثالیں ہیں۔

" زلزالها " وہ زلزلہ جو زمین کے ساتھ مخصوص ہے ، اور کس طرح ہے اور کتنا شدید ہے رب عظیم کو معلوم ہے ، سورہ کا آغاز زمین پر آنے والے زلزلے کی خبر سے ہوتا ہے ، جو دنیا کے زلزلوں سے مختلف ہوگا، کیونکہ دنیا میں زلزلہ عارضی اور قلیل مدتی ہوتا ہے ، اور اس سے جو نقصان ہوتا ہے وہ وقتی اور مقامی ہوتا ہے ، لیکن قیامت کا زلزلہ مکمل اور بڑی شدت اور مکمل مربوط نقصان کے ساتھ ہوگا ، انسان اس وقت مدبوش لوگوں کی طرح ہوں گے ، جب کہ وہ مدبوش نہیں ہوں گے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : " وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ " (الحج : ۲) (اور تم لوگوں کو مدبوش دیکھو گے ، جب کہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے)۔

روایات اور بہت سی تفاسیر اور علما اسلام کی تشریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ : مدفون چیزیں پہلے نکلیں گی ، لیکن یہ ممکن ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے جو چیزیں باہر نکلیں ، وہ وقت کے ساتھ ساتھ زمین کے نیچے دب جائیں اور پھر قیامت کے دن باہر نکل آئیں ، قیامت کے دن شاید مدفون چیزوں کے ظاہر ہونے کی حکمت یہ ہے کہ دولت کے چاہنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ مال و دولت بیکار ہے ، اور انسان (کافر یہ صورت حال دیکھ کر) کہے گا کہ کیا ہوا ہے کہ زمین اس طرح لرز رہی ہے وہ تمام اچھی

اور بری باتوں کا اظہار کرے گی ، کیونکہ اس کو عظیم رب کی ہدایت اور حکم اسی طرح ہوگا۔

ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں مرفوع حدیث ہے کہ جس نے زمین پر کوئی عمل کیا ہو ، وہ عمل اچھا ہو یا برا ، زمین اسے ایک ایک کر کے بیان کرے گی ، اور یہ اس کی دلیل اور گواہی ہے ، اس دن لوگوں کے مختلف گروہ بن کر (حساب و کتاب کی جگہ) آئیں گے ، جو لوگ حساب سے فارغ ہو چکے ہوں گے وہ حساب کی جگہ سے واپس آجائیں گے ، کچھ جنتی اور کچھ دوزخی ، جنتی جنت میں جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں جائیں گے ، تاکہ وہ اپنی حیثیت دیکھ سکیں ، پس جس نے دنیا میں ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ، بشرطیکہ اس وقت تک برائی اور خیر باقی رہے ، ممکن ہے کہ کفر کی وجہ سے نیکی ضائع ہو جائے ، یا ایمان اور توبہ کی وجہ سے برائی معاف ہو جائے ، یہ اس میں شامل نہیں ہوگا ، کیونکہ نہ باطل شدہ نیکی نیکی کہلائے گی اور نہ معاف کی گئی برائی برائی رہے گی اس حشر کے میدان میں وہ سامنے نہیں آئیں گی ۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے وقت اور اس کی نشانیوں میں سے ایک کے بارے میں فرمایا : قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ علم اٹھا لیا جائے گا ، زلزلے بکثرت آئیں گے ، وقت کم ہوتا جائیگا ، فتنوں کا ظہور ہوگا اور قتل و غارت عام ہوگی یہاں تک کہ تمہارے ہاں مال و دولت کی بہتات ہوگی ، یعنی وہ عام ہو جائے گی۔ (بخاری : حدیث نمبر ۹۸۹)

قیامت کے اس بڑے زلزلے کے تصور کو سورہ حج کی آیت کافی حد تک مزید واضح کرتی ہے ، وہ یوم جزا جس میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے کفار کو عذاب دینے کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے ، : " يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۖ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝۱ " (سورہ الحج) ترجمہ (اے لوگو اپنے رب سے ڈرو ، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے

اور زمین اپنے اندر کا بوجھ نکال باہر ڈال دے گی	وَ أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝۲
--	---

اور زمین اپنے اندر کے خزانوں اور مردوں کو دوسرے نفعہ میں باہر پھینک دے گی ، زمین کے بوجھ سے مراد انسان ہے ، وہی فرض شناس مخلوق مراد ہے جو زمین و آسمان کے برابر وسیع جنت کے لیے پیدا کی گئی ہے ، وہ کافی وزنی اور بھاری ہے ، کیونکہ اس نے امانت کو قبول کیا ہے ، اور خدا نے زمین اور آسمان کو اس کے لیے مسخر کر دیا ہے ، اور اسے زمین پر اپنا جانشین بنایا

کہ اگر اس کی عقل اس کی خواہش پر غالب آجائے تو فرشتوں سے افضل ہے ، اور اگر اس کی ہوس اس کی عقل پر غالب آجائے تو یہ جانوروں سے بھی کمتر ہے ۔

امام طبری اپنی تفسیر کی جلد : ۳۰ : صفحہ : ۲۶۵ پر لکھتے ہیں : زمین تمام مردوں کے جسموں کو زندہ شکل میں پھینک دے گی ، اور زمین کے اندر موجود مردے اس پر بھاری پڑ جائیں گے ، ابن عباسؓ نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ : وہ اپنے اندر موجود مردوں کو نکال دے گی ، اور منذر ابن سعید فرماتے ہیں : یعنی اپنے پیٹ میں مدفون مردے باہر نکالے گی ، (الوسی : 30/209) ابن کثیر نے اپنی تفسیر کی جلد : 4، صفحہ 540 میں لکھا ہے : (یعنی مردوں میں سے جو کچھ زمین میں ہے اسے باہر پھینک دے گی ، سلف میں سے کئی لوگوں کی یہی رائے ہے) مسلم اور ترمذی کی حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا : "تلقى الأرض أفلاذ كبدها أمثال الاسطوان من الذهب والفضة فيجيء القاتل فيقول: في هذا قتلت، ويجيء القاطع فيقول: في هذا قطعت رحمى ويجيء السارق فيقول: في هذا قطعت يدي، ثم يدعونه فلا يأخذون منه شيئاً"۔

ترجمہ : " زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے اور چاندی کے ستونوں کی صورت میں اگل دے گی تو قاتل آئے گا اور کہے گا کیا اس کی خاطر میں نے قتل کیا تھا ؟ رشتہ داری توڑنے والا آکر کہے گا : کیا اس کے سبب میں نے قطع رحمی کی تھی ؟ چور آکر کہے گا : کیا اس کے سبب میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا ؟ پھر وہ اس مال کو چھوڑ دیں گے ، اور اس میں سے کچھ نہیں لیں گے " یہ بات قابل ذکر ہے کہ زمین دوسرے نفع میں مردے باہر پھینک دے گی ، "انقال" نقل کی جمع ، بھاری بوجھ ، اس سے مراد تمام لاوا ، مدفون چیزیں ، خزانے اور مردے اور ان کے علاوہ ہیں جنہیں زمین قیامت کے دن باہر پھینکے گی ، جیسا کہ سورہ انشقاق کی آیت "4" میں فرماتا ہے : **وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ** (اسی طرح ملاحظہ ہوں سورہ: عنكبوت آیت "3" اور سورہ نحل : 7)۔

اور انسان کہے گا اس کو کیا ہو گیا ہے ؟

وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ○

انسان کا یہ کہنا حیرت اور خوف سے ہے ، : **الْإِنْسَانُ** : ایک انسان جو زمین کے غیر معمولی جھٹکے اور خوفناک تبدیلیوں کو دیکھے گا ، تو وہ اپنے آپ سے کہے گا " مالہا " زمین پر کیا گزر رہی ہے ؟ اسے کیا ہو گیا ہے ، زمین پر کونسی آفت آئی ہے ، کونسی مصیبت میں گرفتار ہے ، جو اتنے زور سے ہل رہی ہے ، اور اپنے پیٹ میں موجود ہر چیز کو باہر پھینک رہی ہے ؟ اس میں

کوئی شک نہیں کہ اس سوال کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، البتہ مومن آدمی اس کا علم اور آگاہی رکھتا ہے، کیونکہ یہ اس کے عقیدے کا حصہ ہے، اکثر مفسرین کے قول کے مطابق اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس دن کے خوف و ہراس کو سمجھتے ہیں لیکن من نہیں ہیں اور قیامت کی نشانیاں صرف روئے زمین کے بدترین لوگوں کے لیے ظاہر ہوں گی، اور اہل ایمان اور وہ بھی جن کے دلوں میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے صحیح حدیث کے مندرجات کے مطابق قیامت سے پہلے ان کی جان ہوا کے جھونکے سے لی جائے گی، اور وہ قیامت کا خوف و ہراس محسوس نہیں کریں گے، اور جب وہ بیدار ہوں گے تو موجودہ حالات سے حیران نہیں ہوں گے، کیونکہ (مومنین) سے اس دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا، کہ ایسا ہی کچھ ہوگا، جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے: "يَعْتُ اللَّهُ رِجًا كَرِيحِ الْمَسْكِ مَسْهَا مَسُّ الْحَرِيرِ، فَلَا تَتْرُكُ نَفْسًا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا قَبَضْتَهُ، ثُمَّ يَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ تَقَوْمُ السَّاعَةِ (مسلم: 1924 اور 2937 اور 2940)"

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٣٧﴾	اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی
--	----------------------------------

اس دن جو قیامت کا آغاز ہے، زمین اپنے باشندوں اور اپنے لوگوں کے اچھے، برے اعمال کی خبریں بہ زبان حال و قال بتائے گی، کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔

"يَوْمَئِذٍ": اس دن "إِذَا" سے بدل ہے، "تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا" اس دن زمین اپنے مالک کو اپنی اچھی اور بری خبریں سنائے گی، یہ بولنا اور بیان کرنا یا تو بہ زبان حال و قال ہے (یعنی زبان کے ذریعہ الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ) اور زمین انسانی اعمال کی گواہ اور دیکھنے والی ہے، یا یہ کہ بہ زبان حال ہوگا، یعنی اس وقت زمین کی جو حالت ہوگی وہ ہر چیز بیان کرے گی۔ اور اس دن صحیح اور غلط ظاہر ہو جائیں گے، "أَخْبَارَهَا" زمین کی خبریں، وہ کیفیت اور حالات جو اس وقت آنکھوں کے سامنے نظر آئیں گے، یا اس پر لوگوں نے جو اعمال کیے تھے، اب یہ اس کی گواہی دے گی، کیونکہ دنیا میں ہر چیز لکھا ہوا محفوظ ہے۔

واضح رہے کہ انسانی اعمال کے گواہوں میں سے ایک گواہ زمین بھی ہے، زمین پر انسان جو کچھ بھی کرتا ہے، خواہ برا ہو یا اچھا، زمین اس کی گواہی دے گی، اس نے جو کچھ بھی کیا ہے چاہے اطاعت ہو یا نافرمانی۔ حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا" کی تلاوت کی، اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو

زمین کی خبریں کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی خبر یہ ہے کہ وہ ہر ایک مرد اور عورت کے کیسے کی گواہی دے گی، کہ اس پر کیا عمل انجام دیے گئے تھے، اور کہے گی کہ: فلان نے فلان دن فلان کام کیا تھا، اس کی خبریں اس طرح کی ہوں گی" (ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا ہے: یہ حسن صحیح ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے: زمین سے بچو اور شرم کرو، کیونکہ زمین تمہاری ماں ہے، اور زمین پر جو کوئی اچھا یا برا کام کرتا ہے، وہ اس کے متعلق خبر دے گی (طبری نے اسے معجم میں روایت کیا ہے)۔

بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا ۝	اس لیے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہے
---------------------------------	-------------------------------------

کہ وہ کیا سنے اور کیا کہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے زمین کو بولنے کے قابل بنایا اور کلام کا حکم دیا، "بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا" باء، سببیہ ہے، "أَوْحَى" پیغام بھیجا، حکم دیا (رجوع کریں، سورہ نحل: 67) تاکہ اس پر پیش آنے والے تمام واقعات بیان کرے، پھر نافرمان اور گنہگار کی شکایت کرے اس پر گواہی دے گی، اور مطیع و فرمانبردار کا شکر یہ ادا کر کہ اس کی تعریف کرے گی۔

يَوْمَ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا ۝ لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝	اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھادیے جائیں
--	--

اس دن لوگ بکھرے ہوئے نکلیں گے اور محشر میں جائیں گے، تاکہ اپنے اعمال کے نتائج دیکھ لیں، یعنی: ایک ایک کر کے، الگ الگ، بغیر اجتماع کے، ہم خیال، ساتھی، دوست، شور و غل، جھگڑا اور تکبر کے بغیر، اس حقیقت کے باوجود کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ یاسین کی آیت "65" میں بیان کیا ہے: "آج ہم ان کے منہ پر مہر لگائیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے، ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے"۔

"يَصْدُرُ": قبر سے باہر آئیں گے، "أَشْتَاتًا" شتیت کی جمع، بکھرے ہوئے، اس سے مراد گروہ، گروہ اور ایک ایک فرد ہے، اور یہ حال ہے، علماء کی رائے کے مطابق "أَشْتَاتًا" شتیت کی جمع، بکھرے ہوئے، اس سے مراد گروہ، گروہ اور ایک ایک فرد ہے، اور یہ حال ہے، علماء کی رائے کے مطابق "أَشْتَاتًا" تین معنوں میں استعمال ہوا ہے:

1 - منتشر اور اکیلا، کچھ دائیں طرف جا اور کچھ بائیں طرف جائیں گے، اور ہر ایک اکیلا ہوگا۔

2- مسلمان ایک طرف اور کافر دوسری طرف جائیں گے۔

3- ہرگروہ اور قوم اپنے ساتھیوں اور رہنماؤں کے ساتھ؛ مشرک کے ساتھ

مشرک، سود خور کے ساتھ سود خور، "لَيُرَوُّواْ اَعْمَالَهُمْ" تاکہ اپنے اعمال

کا صلہ دیکھیں، کہ وہ جنتی ہیں یا جہنمی، یعنی: وہ لوگ اس جگہ

جائیں گے جہاں ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں گے، تاکہ وہ ان کو

دیکھیں، اور اپنی سزا کا سامنا کریں، بعض اوقات انسان کو اپنے اعمال

کا سامنا کرنا کسی بھی سزا سے زیادہ مشکل اور تکلیف دہ محسوس

ہوتا ہے، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو دیکھنے سے لوگ گریز کرتے

ہیں اور ان کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں: قیامت کے دن لوگ اپنی قبروں سے مختلف اور پراگندہ

حالت میں حساب کے مقام اور محل کی طرف نکلیں گے، ان میں سے کچھ

مامون اور محفوظ ہوں گی، اور کچھ خوفزدہ، کچھ اہل جنت کے رنگ

میں ہوں گے، اور کچھ اہل جہنم کے رنگ میں ہوں گے، جو کہ روسیاء ہوں

گے، کچھ دائیں طرف مڑیں گے اور کچھ بائیں طرف، جیسا کہ وہ اپنے دنیا میں

مذاہب اور طریقوں میں بٹے ہوئے تھے۔

مفسر ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: کہ لوگ گروہ گروہ کے طور پر

حساب کے مقام کی طرف لوٹیں گے، یعنی: جب کہ وہ مختلف اقسام اور گروہوں

میں بٹے ہوئے ہوں گے: شقی سے سعید اور جنتی سے دوزخی تک، ہاں!

وہ واپس آئیں گے: "تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں" یعنی: تاکہ اللہ

تعالیٰ ان کے سامنے ان کے اعمال پیش کرے، اور ان سے کہے: یہ تم ہو

اور یہ تمہارے اعمال، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ: تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان

کے اعمال کے نتائج دکھائے، اعمال نہ صرف لکھے گئے ہیں بلکہ دیکھے جا

سکیں گے، کہ انہوں نے کون سے گناہ، یا کون سے اچھے کام کیے ہیں،

انسان اپنے تمام چھوٹے بڑے کاموں اور گناہوں کو دیکھ کر ان کا اعتراف

کرے گا۔

یہاں عمل کی سزا کی بحث نہیں ہے، یہ نہیں کہا کہ: "لیروا اجزاءہم" بلکہ

کسی کمی بیشی کے بغیر ان کے اعمال بالکل درست اور مکمل طور پر ان

کو دکھائے جائیں گے، سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ قیامت کے منظر اور

انسانوں کے اعمال کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے: "يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ

مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرَةً" (سورہ آل عمران: 30) وہ دن آئے گا جب ہر اس

شخص کو جس نے کوئی کام کیا ہوگا وہ سامنے لاکر اسے دکھا یا جائے گا،

لفظ "مُحْضَر" بھی ہے، مُحْضَر کا مطلب درحقیقت ان چیزوں کو زندہ کرنا ہے جو انسان کے خیال میں اس نے کیے ہیں، اور دوسرے لفظوں میں غائب ہو کر ختم ہوئے ہیں، اور قرآن کے تعبیر کے مطابق اڑ گئے ہیں: جیسا کہ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے: "وَكُلُّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَبْرِئَةً فِي عُنُقِهِ" ○ ہر وہ عمل جو انسان نے کیا ہے، اس کو جمع کر کے اس کے ساتھ شامل کریں گے (طائر کا معنی: پرندہ ہے، اس سے مراد اعمال نامہ ہے)۔

"أَلْزَمْنَاهُ" کا معنی ہے ہم نے اس سے جوڑ دیا، "فِي عُنُقِهِ" ○ اس کی گردن میں وہ اعمال جو اس نے کیے ہیں اور سمجھتا ہے کہ وہ ختم ہو گئے ہیں، ایسا نہیں ہے، بلکہ ہر قول و فعل محفوظ کیا جاتا ہے۔

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا	فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ○
اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا	وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ○

"مِثْقَالَ ذَرَّةٍ" مٹی کے ایک ذرے کے برابر، بعض اسے ایک چھوٹی چوٹی کہتے ہیں جو عربوں میں ایک علامت ہے (ملاحظہ ہو: سورہ نساء: 4، سورہ یونس: 6)۔

اہل علم بھی لفظ "ذرہ" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "ذرہ" وہ گرد و غبار ہے جو سورج کی شعاعوں میں نظر آتا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم اپنے ہتھیلی کو زمین پر رکھو اور پھر اسے اٹھاؤ تو مٹی کا ہر وہ حصہ جو تمہارے ہاتھ سے چپک جائے ایک ذرہ ہے، (مسلم)۔

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: اللہ نے یہ مثال اس لیے دی تاکہ یہ بتائے کہ وہ اولاد آدم کے کسی بھی چھوٹے، بڑے عمل سے لاعلم نہیں ہے، "إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ" کے مطابق ہے (ترمذی)۔

لفظ ذرہ کے بارے میں علماء کی رائے

- 1- چھوٹی بھوری چوٹیاں۔
- 2- ریت کے ذرات
- 3- وہ گرد و غبار جو سورج کی شعاعوں کے ساتھ دن کی روشنی میں نظر آتا ہے۔
- 4- ذرہ سے مراد ہر وہ چیز بہت کم، اور بہت کم نیکی، یہاں تک کہ ایک مسکراہٹ بھی، اعمال کے زمرے میں شمار کی جائے گی، اور اس کا بدلہ دیا جائے گا، "فَمَنْ يَعْمَلْ..... وَمَنْ يَعْمَلْ" آیات مبارکہ کا مفہوم یہ بتاتا ہے کہ

: اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی جزا اور سزا عمل کے بنیاد پر ہے، عمل چاہے جتنے بھی چھوٹے کیوں نہ ہوں، اس کا حساب و کتاب موجود ہوگا، اس لیے ہمیں نہ گناہوں کو چھوٹا سمجھنا چاہیے اور نہ عبادات کو، اس کے ساتھ ساتھ اس دن عمل کا تجسم اور اس کو دیکھنا یا تو عذاب ہے یا لذت، حدیث شریف میں ہے: قیامت کے دن کوئی نہیں ہوگا، مگر خود کو ملامت کرے گا، کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو خود سے کہے گا کہ میں نے اپنی نیکیوں میں اضافہ کیوں نہیں کیا، اور اگر اس کے علاوہ ہے تو کہے گا: میں نے گناہ کیوں نہیں چھوڑے؟ یہ حالت ثواب اور عتاب کو دیکھ کر ہوگی، ابن مسعود رضی فرماتے ہیں آیت: "فَمَنْ يَعْمَلْ" سب سے مضبوط آیت ہے قرآن کریم میں۔

واضح رہے کہ: اس آیت کے عموم پر علماء کا اتفاق ہے، کعب احبار کہتے ہیں کہ: خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دو آیات نازل کی ہیں جو تورات، انجیل، زبور اور صحیفوں میں موجود ہر چیز پر مشتمل ہے، وہ دو آیات یہ ہیں: "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ" اور "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ" نیز ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے: کیا قیامت کے دن میں اپنی برائی کا ایک ذرہ بھی دیکھوں گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم دنیا میں جو ناخوشیاں دیکھ رہے ہو یہ برائی کے ذرہ کے وزن کا کفارہ ہیں، لیکن اللہ تمہارے لیے خیر کے ذرے کا منقل جمع کرے گا تا کہ تم قیامت کے دن اسے پاؤ۔ سعید ابن جبیرؓ آیت مبارک کے نزول کے بارے میں کہتے ہیں: جب آیت "وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ" نازل ہوئی، تو مسلمانوں کا یہ گمان تھا کہ ضرورت مندوں کو دی جانے والی چھوٹی ضرورت پر ثواب نہیں ملتا، اور کچھ لوگوں کا یہ ماننا تھا کہ چھوٹے گناہوں پر انہیں سرزنش نہیں کی جائے گی، جیسے: جھوٹ، حرام نظر، غیبت، وغیرہ پر۔

اور وہ کہتے تھے: کہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف بڑے گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کے لیے دوزخ کی دھمکی دی ہے، نہ کہ چھوٹے گناہوں پر! تب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کی زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھ پر اس منفرد اور جامع آیت کے علاوہ کچھ نازل نہیں کیا ہے، "فَمَنْ

يَعْمَلُ..... وَمَنْ يَعْمَلْ " اس لیے اس آیت کو جامع آیت کہا جاتا ہے ، یعنی : منفرد،
بے نظیر اور جامع ۔

یوم حشر کو شیطان کا فریضہ :

احادیث اور روایات سے یہ بات واضح ہے کہ قیامت کا دن قائم ہونے اور صور پھونکنے پر تمام موجودات و مخلوقات مرجائیں گی، اور یقینی طور پر اس جملے میں: ابلیس بھی تمام انس و جن کی طرح فنا ہو جائے گا، لیکن اس کے مرنے اور نابود ہونے کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے، سوائے اس کے کہ سورہ "زلزلہ" کے عمومی مفہوم کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ: پہلے نفخہ میں بہت ہی ہولناک اور خوفناک زلزلہ آئے گا کہ جس کے ڈر سے دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے بھول جائے گی ۔

قرآن کریم میں ہے کہ: " قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ "، قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٨٠﴾

إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ " سورہ ص : 79 و 81) ابلیس نے کہا: "اے میرے

پروردگار! پھر مجھے اس دن تک مہلت دے جس میں یہ لوگ اٹھائے جائیں گے" یعنی مجھے قیامت سے پہلے نہ مارو، اور مجھے اس وقت تک مہلت دے دو ، جب تک آدم اور اس کی اولاد کو ان کے موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، خدا تعالیٰ نے فرمایا: "مان لیا" پس بیشک تو ان لوگوں میں سے ہے جنہیں مہلت دی گئی ہے مقرر وقت کے دن تک " جسے میں نے مخلوق کی فنا کے لیے مقرر کیا ہے۔

اس آیت میں ذکر ہوا کہ ابلیس کے پاس ایک وقت تک فرصت ہے، اس کے معنی میں علماء اور مفسرین کے دوقول ہیں:

1- ابلیس کا مقررہ وقت معلوم ہے، مگر اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے کہ کب اس کا انجام ہوگا ۔

2- وہ وقت دوسرے نفخہ تک کا ہے ، یعنی لوگوں کے اٹھائے جانے

کا وقت ہے، ابلیس کی قیامت تک مہلت مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ موت سے بچ جائے ، کیونکہ اگر وہ قیامت تک مہلت پاتا تو موت سے بچ جاتا لیکن خدانے اسے مہلت تو دی لیکن قیامت تک نہیں ، بلکہ "صَعَق"

کے دن تک جو تمام مخلوقات کی موت کا دن ہے، "وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعَقَ

مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ" ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ

يَنْظُرُونَ ﴿٦٨﴾ " (سورہ زمر: 68) ۔

(اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، سب بے ہوش ہو جائیں گے) یہ وہی دوسرا نفخہ یا

نفخہ صعق ہے ۔

صعق: سے مراد ہے موت کا فوری واقع ہونا۔ صور: یہ صور یا سینگ ہے ، جسے اسرافیل پھونکے گا اور اس کی خوفناک آواز سے زمین و آسمان کے تمام جاندار مرجائیں گے ۔

3- اکثر علماء فرماتے ہیں کہ "وقت معلوم" سے مراد وہی پہلا پھونک (فزع) ہے کہ پھونکا جائے گا اور تمام مخلوق مرجائے گی ، یعنی: دوسرے پھونک کے بعد نہیں ہے ، کیونکہ دوسرا پھونک موت کے بعد اٹھائے جانے کے لیے ہے ، ابن عباس کی رائے بھی وہی پہلا نفخہ ہے ، بعض حضرات نفخہ فزع اور صعق کو ایک نہیں سمجھتے ، امام قرطبی کی کتاب "تذکرہ" میں ہے کہ : نفخہ فزع وہی صعق ہے ، کیونکہ خوف اور دہشت ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزم ہیں ، پہلے تو لوگ قیامت کی آواز کی وجہ سے خوف و ہراس سے دوچار ہو جائیں گے ، پھر اپنی جان خالق کے سپرد کر دیں گے ۔

لیکن قیامت میں سخت ترین عذاب اسی ابلیس کے لیے ہے ، کبھی بھی اس کا عذاب ختم نہیں ہوگا ، ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں رہے گا ، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مہلت دینے کے بعد فرمایا ، : " قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ

أَقُولُ ۝ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝۸۵" (ص: 84 – 85)۔

اسی طرح رب تعالیٰ قسم کھاتا ہے کہ ابلیس اور اس کے پیروکاروں کو دوزخ میں داخل کرے گا ، یہاں تک کہ دوزخ ان سے بھر جائے ۔

قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے کا طریقہ

مفسرین اس جسمانی حالت کے بارے میں لکھتے ہیں جس میں قیامت کے دن لوگوں کا حشر ہوگا: محشر کے دن لوگ ننگے پاؤں ، بے لباس ، اور غیر ختنہ شدہ اٹھیں گے ، علماء اپنی دلیل صحیح مسلم اور بخاری کی حدیث سے لیتے ہیں جو کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ : رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَاةَ عُرَاةٍ غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ: «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ

خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًّا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ" (سورہ الأنبياء: 104) قیامت کے دن لوگوں

کا حشر اس حال میں ہوگا کہ وہ ننگے بدن ، ننگے پیر اور ختنہ کے بغیر ہوں گے ، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی : " كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ

وَعَدًّا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ" جیسے کہ ہم نے اول بار پیدائش کی تھی اسی طرح

دوبارہ کریں گے ۔

محدثین کہتے ہیں : کہ جب حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر برہنہ ہوگا، تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا مرد اور عورت سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ، وہ منظر اس سے زیادہ خوفناک ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں (مشکاۃ المصابیح: 57/3)۔

البتہ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آدمی کو اسی کپڑوں میں اٹھا یا جائے گا جو وہ مرتے وقت پہنا ہوا تھا، ابو داؤد ابن حبان اور حاکم نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے اردگرد کے لوگوں سے کہا کہ میرے لیے نئے کپڑے لے آؤ، پھر وہ کپڑا پہنا، اور کھاکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: "إن البیت یبعث فی ثیابہ التي یموت فیہا" "سلسلۃ احادیث الصحیحۃ، (نمبر:

1671) (میت کو انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں مرانہا) حاکم نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرائط کے موافق اور صحیح قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث اور سابقہ حدیث کے درمیان تین طریقوں سے تطبیق دی۔

1- وہ کپڑے جو مرتے وقت پہنے ہوئے تھے، قبر سے نکلنے بعد ننگے اور برہنہ بھیڑ کے سامنے کھڑے ہوں گے، لیکن حشر کے بعد جنتیوں والا لباس پہنیں گے۔

2- جب انبیاء اور ان کے بعد صدیقین، اور حسب مراتب دوسرے لوگ لباس پہنیں گے، ان میں سے ہر ایک کا لباس وہی ہوگا، جو انہوں نے مرتے وقت پہناتھا، لیکن جب وہ خلد بریں میں داخل ہوں گے تو جنتی لباس پہنیں گے۔

3- لباس سے مراد اعمال ہیں مابعد والی حدیث کے مطابق، یعنی ہر انسان اس عمل کو انجام دینے کی حالت میں اٹھے گا مرتے وقت جس میں مشغول تھا، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ۖ ذٰلِكَ خَيْرٌ" (سورہ اعراف

: ۲۶) "اور لباس پرہیزگاری کا سب سے بہتر ہے"، "وَتِيَابِكَ فَطَهِّرْ" (سورۃ المدثر: 4) "اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو" یعنی اعمال کو پاک رکھو۔

اپنے آپ کو آلودگیوں سے پاک رکھیں، امام بیہقی تیسرے جواب کی توجیہ کے طور پر اپنے چچا کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يَبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَىٰ مَا مَاتَ عَلَيْهِ" (النهاية ابن كثير: 288/1) "ہر انسان اسی لباس میں اٹھایا جائے گا جس میں وہ فوت ہوا ہے، کیونکہ حدیث کا مفہوم دیگر وجوہات کی بنا پر یہ ہے کہ جو شخص موت

کے وقت کفر، ایمان، شک یا یقین سے دنیا چھوڑ جائے تو وہ اسی حالت اور کیفیت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اور بارگاہ الہی میں جلدی پیش ہوگا، جیسا کہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ انسان کو اسی عمل پر اٹھایا جائے گا جو مرتے وقت انجام دیا تھا۔

صحیح مسلم کی حدیث عبد اللہ بن عمر سے اس مفہوم کی تائید کرتی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بَعَثُوا عَلَىٰ أَعْمَالِهِمْ" (اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی قوم کو سزا دے انہیں عذاب اور ہلاکت سے دوچار کرے، پھر انہیں اسی حالت میں زندہ کرے گا) (صحیح مسلم: 2206/2، نمبر: 2879)۔

اگر کوئی احرام کی حالت میں وفات پائے، تو قیامت کے دن لیبیک کہتے ہوئے اٹھے گا، بخاری اور مسلم حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حج کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، اونٹ سے نیچے گرا اور مر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ: "اغسلوه بماءٍ وسدرٍ وکفونوه فی ثوبین ولا تحنطوه ولا تخبروا راسه فإنه یبعث یوم القیامۃ ملیئاً" (مشکاۃ المصابیح: 520/1)۔

"اسے پانی اور ریبیری کے پتوں سے غسل دو، احرام کے ہی دو کپڑوں میں اسے کفن دو، اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر چھپاؤ، کیونکہ یہ قیامت کے دن لیبیک کہتا ہوا اٹھے گا"۔

شہید کو قیامت کے دن اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے زخم سے خون رس رہا ہوگا؛ خون کا رنگ تو سرخ ہوگا، لیکن اس سے عطر کی خوشبو اٹھے گی، مذکورہ بالا روایات کے مطابق مرنے والے مریض کو "لا الہ الا اللہ" کی تلقین کرنا مستحب ہے، تاکہ توحید کی حالت میں اس کی موت آجائے اور قیامت کو اسی حالت میں اٹھایا جائے۔

ملاحظہ:

خدا تعالیٰ بعینہ اسی مردہ انسان کو زندہ کرے گا، یہ پیدائش دنیا کی زندگی سے مختلف ہے، ایک اہم فرق یہ ہے کہ نیا جسم بہت بلاؤں مصیبتوں کے باوجود فنا نہیں ہوگا، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ" (سورہ ابراہیم: 17) ترجمہ: "اور اس کے پاس موت ہر جگہ سے آئے گی، حالانکہ وہ کسی صورت مرنے والا نہیں"، حاکم نے عمرو بن اودی سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ معاذ کھڑے ہوئے اور کہا: "یا بنی اود! انی رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلمون المعاد الی اللہ، ثم الی الجنة اوالی"

النار، وإقامة لا ظعن فيه، وخلود لا موت في أجساد لا تموت" (سلسلة الاحاديث الصحيحة: 1668)

یعنی: اے بنی اود! میں رسول خدا کا قاصد ہوں، تم خدا کی طرف لوٹنے کے بارے میں جانتے ہو، اس کے بعد آخری راستہ جنت یا جہنم ہے، قیامت میں زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے، کوئی نہیں مرے گا، سب کے سب ابدیت کے لئے پیدا کئے جائیں گے، اور موت کسی کے در پر دستک نہیں دے گی، اور جسم ایسے ہوں گے کہ انہیں موت نہیں آئے گی۔

دونوں زندگیوں کے درمیان فرق میں سے ایسی مخلوقات کو دیکھنا ہے جو ہم نے دنیا میں نہیں دیکھی ہوگی، یا انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے، کیونکہ اس دن انسان، فرشتوں اور جنات کو دیکھے گا، اس کے علاوہ قیامت کے دن ایک اور فرق اور تعجبات میں سے یہ ہے کہ جنتی کے منہ میں تھوک اور لعاب نہیں ہوگا، اور اس کا پیشاب اور پاخانہ بھی نہیں ہوگا، اس فرق کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت کے دن زندہ کی جانے والی مخلوق قیامت کی مخلوقات سے مختلف ہیں، جیسا کہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: دونوں زندگیاں ایک نوع کی ہیں، اپنی صفات اور حالتوں میں یکساں ہیں، مشابہت اور مماثلت رکھتی ہیں، بعض دوسرے مواقع پر ایک دوسرے سے مشابہت نہیں رکھتیں، اسی بنا پر قیامت کو مبدأ کہتے ہیں، کیونکہ ہر چیز اپنی اصل اور بنیاد کی طرف پلٹے گی، اس لئے لفظ "أعاده" مبدأ قیامت کے منقاضی ہیں (مجموع الفتاوی: 253 / 17)۔

ملاحظہ:

جنت والے خوبصورت اور بہترین شکل و صورت کے ساتھ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی شکل و صورت میں جنت میں داخل ہونگے، اور کوئی شکل و صورت اتنی خوبصورت اور کامل نہیں ہے، جس شکل و صورت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر کی تخلیق کی ہے، خدانے حضرت آدم کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، اس کی تخلیق کی تکمیل فرماتے ہوئے اس کو خوبصورت انداز میں بنایا؛ چنانچہ جو کوئی بھی جنت میں داخل ہو وہ آدم کی صورت اور ان کے جسمانی ساخت میں ہوگا۔

خدانے آدم کو بہت بلند قد کھجور کے درخت جیسا بنایا تھا، جس کا طول ساٹھ (60) گز تھا، صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدانے آدم کو اپنی صورت میں پیدا فرمایا تھا، جس کے قد کی لمبائی ساٹھ (60) گز تھی؛ لہذا جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا تو اس شکل و صورت میں داخل ہوگا، کہ اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد انسانوں کے قد میں ہمیشہ کمی ہوتی رہی ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الجنة، باب یدخل الجنة اقوام افئدتہم مثل افئدة الطیر : 2841)۔ جنتیوں کی صورتوں اور چہروں کی خوبصورتیوں میں سے ایک خوبصورتی یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کی طرح بغیر داڑھی کے ہونگے، ایسا لگے گا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے، اور وہ تینتیس سالہ (33) بن کر جنت میں داخل ہونگے۔

مسند احمد اور سنن ترمذی میں معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یدخل اهل الجنة جردًا مردًا كأنہم مکحلون ابناء ثلاث وثلاثین) اہل جنت اس طرح جنت میں داخل ہونگے جیسے مجرد اور بغیر داڑھی کے (بے ریش) ایسے خوبصورت ہونگے، جیسے آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے ہوں، اور 33 سال کے ہونگے، (صحیح مسلم : 7928)۔

ملاحظہ:

دوزخ والے بہت ہی ہولناک شکل و صورت میں موٹے فریبہ (جن کے حجم کی مقدار کا اللہ کے علاوہ کوئی اندازہ نہیں کر سکتا) دوزخ میں داخل ہونگے۔ حضرت ابوہریرہ سے ایک حدیث مروی ہے (مابین منکبى الکافر مسيرة ثلاثة أيام

للراكب المسرع) صحیح مسلم: باب النار یدخلها الجبارون (2190/4)

قیامت کے دن کافر کا جسم اتنا بڑا ہوگا کہ ایک تیز گھوڑسوار تین دن میں اس کے دونوں شانوں کے بیچ کا فاصلے طے کر سکے۔

کافر کے جسم کا حجم اس لئے بڑا ہوگا تاکہ اس کے عذاب میں اضافہ ہو۔ امام نووی ان احادیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: یہ سب اس لئے ہے کہ ان کی اذیت آخری حد کو پہنچ جائے، یقیناً ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے، اس لئے کہ رسول صادق المصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے، (شرح نووی مسلم : 186/17)

ابن کثیر ان احادیث کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (لیکون ذلك انكى في تعذيبهم، واعظم في تعذبهم ولهي بهم، کمال شديد العقاب: (ليذوقوا العذاب) (نهایة: لابن کثیر)

ان کے جسم کی یہ بڑھوتری زیادہ عذاب چکھنے کے لئے ہے، جیسا کہ شدید العقاب والی ذات نے فرمایا: تاکہ عذاب کو چکھیں)۔

عرش الہی کے پناہ گزین

بخاری اور مسلم اپنی صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سَبْعَةٌ يَظْلُهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ
الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا
عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنْ أَحَافَ اللَّهُ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى
حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ". (بخاری کتاب الاذان،
باب «من جلس في المسجد» -

جس دن میدان حشر میں سورج کی جھلسادینے والی دھوپ میں لوگوں کو ایسی سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، جن کو بلند وبالا اور مضبوط پہاڑ بھی برداشت نہیں کرسکتے، اس دن سات برگزیدہ گروہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے تلے امن وسلامتی کے ساتھ رہیں گے، اور اس تکلیف اور خوف کو وہ محسوس نہیں کریں گے، جو دوسروں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہوگی۔

یہ گروہ بلند ہمت، پکے عزم اور پختہ ارادے کے حامل ہیں، اسلامی عقیدہ ان کے خون اور گوشت میں ملا ہوا ہے، کیونکہ اسلام کی اعلیٰ اقدار ان پر راج کرتی تھیں، یا وہ ایسے کاموں میں مصروف تھے جن کی اسلام کے ترازو میں بڑی اہمیت اور وزن تھا۔

1- ان لوگوں میں سے ایک امام عادل ہے، جس نے اپنی طاقت اور بہت سے وسائل کے باوجود فساد سے دوری اختیار کی، اور لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کیا، عدل کو شرعی معیارات اور اصولوں کے مطابق نافذ کرتا رہا۔

2- دوسرا نوجوان جس کی پرورش خدا کی بندگی میں ہوئی ہو، اور اس نے نفس امارہ کو تقویٰ کے لگام سے نکیل دی ہو، اور اپنے نفس اور خواہشات کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اور اپنی عمر گناہوں میں آلودہ کر کے نہیں گزاری۔

3- وہ گروہ جو اطاعت اور بندگی کے ساتھ خدا کی مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اور اپنی روحانی فضا میں سکون اور اطمینان محسوس کرتے ہیں، اور جب مساجد سے نکلتے ہیں تو ان کی روح اور توجہ مسجد کی طرف ہوتی ہیں۔

4- وہ لوگ جو ایک دوسرے سے محبت صرف خدا کی خاطر کرتے ہیں اور ان کی اخوت صرف خدا کے لیے ہے، ان کا جمع ہونا ایک ساتھ نیکی، تقویٰ اور اصلاح ہے، اور ان کی جدائی بھی نیکیوں پر مبنی ہوگی۔

5- وہ گروہ بھی کہ گناہ اور فتنہ کے مواقع خوبصورت عورت کی شکل میں انہیں میسر ہوتے ہیں، لیکن تقویٰ اور اللہ کا خوف انہیں خدا کی مرضی کے خلاف کام کرنے نہیں دیتی۔

6- وہ گروہ جو صرف خدا کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں، اور یہ انفاق سب سے پوشیدہ طریقے سے ہوتا ہے۔

7- سب سے آخری گروہ ان لوگوں کا ہے کہ جن کے دل خوف خدا سے بھرے ہوئے ہیں، اور اس خوف اور ڈر کی وجہ سے تنہائی میں آنسو بہاتے ہیں۔

زلزلہ کو دفع کرنے کی خاطر نماز پڑھنا

پہلی بات یہ ہے کہ شریعت میں زلزلے کو دفع کرنے یا روکنے کے لیے کوئی نماز موجود نہیں ہے، اور ایسی کوئی حدیث بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے کہ صلاۃ کسوف کے علاوہ دفع مصائب جیسے: زلزلہ، طوفان وغیرہ کے لیے نماز پڑھی جائے، اس لیے علماء صلاۃ کسوف اور خسوف کے علاوہ دوسری چیزوں کے لیے نماز کو جائز نہیں سمجھتے، لیکن بعض فقہاء ابن عباسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: (جس طرح کسوف کے لیے نماز پڑھتے ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دیگر نشانیوں جیسے زلزلہ، طوفان، اور سیلاب وغیرہ میں سے کوئی نشانی ظاہر ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا مستحب ہے، ابن عباسؓ کی روایت اس طرح ہے: "أنه صلى في زلزلة بالبصرة كصلاة الكسوف، ثم قال: هكذا صلاة الآيات" (ابن عباسؓ نے شہر بصرہ میں زلزلہ کی وجہ سے نماز کسوف جیسی نماز پڑھائی، اور کہا: نشانیوں کی نماز ایسی ہوتی ہے)۔

اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے (472/2) میں، اور عبدالرزاق نے (101/3) میں، اور بیہقی نے "السنن الكبرى: 243/3) میں ذکر کیا ہے، بیہقی نے کہا: یہ عمل ابن عباسؓ سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: 521/2) اسے صحیح کہا ہے۔

علامہ کاسانی حنفی فرماتے ہیں کہ: خوف کے وقت نماز پڑھنا مستحب ہے، جیسے: سخت ہوا، زلزلہ اور اندھیرا (دن کے وقت) اور مسلسل بارش، کیونکہ یہ سب خوف ہیں، اور خوف و ہراس کا سبب بنتے ہیں (بدائع الصنائع: 282/2)۔

اور کتاب "منح الجلیل شرح مختصر خلیل" (333/1) جو کہ مالکیہ کی کتابوں میں سے ہے، اس میں مذکور ہے کہ: "زلزلہ اور دیگر ڈرانے والی نشانیاں جیسے: وبا اور طاعون کی نماز مستحب ہے، جماعت کی صورت میں دور کعت یا اس سے زیادہ، البتہ حنابلہ صرف زلزلہ کی نماز کو مستحب

سمجھتے ہیں، اور وہ بھی ابن عباس کی روایت کی روسے، اس کے علاوہ کو جائز نہیں سمجھتے: "كشاف القناع" (66/2)۔

کتاب: "التبہید لبافی البوطاً من المعانی والأسانید" (318/3) میں آیا ہے کہ: "امام مالک، امام شافعی زلزلہ اندھیرا (دن کے وقت) اور شدید آندھی چلنے کی صورت میں نماز پڑھنے کے قائل نہیں تھے، جبکہ اہل علم کی ایک جماعت جس میں: امام احمد، اسحاق اور ابو ثور شامل ہیں ایسے مواقع پر نماز پڑھنے کے قائل تھے، ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے زلزلہ کے وقت نماز پڑھی ہے، اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر کسی نے نماز پڑھی تو بہتر ہے، اور اگر نہیں پڑھی تو کوئی قباحت نہیں ہے۔"

مؤلف مزید لکھتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ذکر نہیں ہوا ہے کہ آپ کے زمانے میں زلزلہ آیا ہو اور اس بارے میں آپ کا کوئی عمل ثابت ہو، سب سے پہلا زلزلہ عہد اسلام میں حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں آیا تھا، حماد بن سلمہ قتادہ، عبد اللہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ شہر بصرہ میں زمین ہل گئی، ابن عباس رض نے کہا کہ: اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ زمین میں زلزلہ آیا یا میرے پاؤں کی نیچے کی زمین ہل گئی؛ لہذا کھڑے ہوئے اور لوگوں کے ساتھ نماز کسوف ادا کی۔

امام نووی نے المجموع (61/5) میں کہا ہے کہ: امام شافعی اس بات کے قائل تھے کہ آیات یعنی اللہ کی نشانیوں کی نماز انفرادی طور پر بغیر جماعت کے گھر میں پڑھ سکتے ہیں، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ ماننا تھا کہ اللہ کی نشانیوں میں سے کسی بھی نشانی کے وقوع کے وقت نماز پڑھنا مشروع ہے، کہتے ہیں کہ: اور نماز کسوف (کی طرح) ہر نشانی جیسے زلزلہ اور اس کے علاوہ کے لیے نماز پڑھی جاسکتی ہے، یہ قول ابوحنیفہ، ایک روایت احمد اور حنابلہ کے محققین اور دوسروں کا ہے (الفتاویٰ الکبریٰ) (358/5) شیخ ابن عثیمین کسوف اور خسوف کے علاوہ کے لیے نماز پڑھنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ: علماء کے اس بارے میں قول ہیں: قول اول: کسی بھی نشانی کے لیے نماز نہیں پڑھی جائے سوائے زلزلہ کے، ان کا کہنا ہے کہ: بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا، طوفان اور شدید بارشیں ہوئی تھیں، لیکن ان چیزوں کیلئے نماز نہیں پڑھی گئی، البتہ زلزلہ کے متعلق ابن عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے زلزلہ کے وقت نماز پڑھی تھی، تو ان کی دلیل صحابی کا عمل ہے۔

دوسرا قول: صرف سورج اور چاند گرہن کے لیے نماز پڑھی جاتی ہے؛

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَإِذَا رَأَيْتُهُمْ أَفْصَلُوا"، یعنی: "جب بھی سورج یا چاند گرہن ہو جائے نماز پڑھو" ، (متفق علیہ) ان دونوں کے علاوہ "ھولناک" نشانیوں میں سے کسی کے لیے بھی نماز نہیں پڑھی جاتی ابن عباس کا عمل ان کا ذاتی اجتہاد تھا۔ تیسرا قول: ہر ھولناک نشانی کے لیے نماز پڑھی جائے۔ ان کی پہلی دلیل ہے:

1- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی عمومیت ہے: "إِنَّ الشُّسَّ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ

مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، يَخَوْفُ اللَّهُ بِهِنَّ عِبَادَهُ" ، (بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا تاھے ، (مسلم : 9111) انہوں نے کہا: جس نشانی میں خوف وھراس ہو ، اس کے لیے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

2- بعض نشانیوں میں اتنا خوف وھراس پیدا ہوتاھے کہ سورج گرہن سے زیادہ سخت ہوتاھے۔

3- ابن عباسؓ اور علیؓ کے عمل سے جو کچھ منقول ہے ، اس سے معلوم ہوتاھے کہ نماز صرف چاند گرہن کے لیے نہیں ہے بلکہ ھر وہ چیز جس سے خوف پیدا ہو اس کے لیے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

4- اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آندھی، کھڑک اور بجلی وغیرہ ہوتی تھی اور آپؐ نماز نہیں پڑھتے تھے ، تو یہ ھمارے قول کے خلاف دلیل نہیں ہے ، ھوسکتاھے کہ وہ عام سی ھوا ھو، جس کے لوگ عادی ھوں، لوگوں کے لیے خوفناک نہ ھو، یہ درست ہے کہ بعض بجلیاں بہت بری اور خوفناک ھوتی ھیں، لیکن نبیؐ کے دور میں بجلیاں اتنی خوفناک تھی بھی یا نہیں؟ کون ثابت کرسکتاھے کہ ایسا تھا؟ یہ تیسری رائے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی ہے جو کہ راجح بھی ہے ، (الشرح الممتع: 193/5) (خلاصہ کے ساتھ)۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**